

مولوی محمد قاسم نانوتوی کا جرم

پس منظر یہ کہ صاحب تقویۃ الایمان نے دعویٰ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے (نعوذ باللہ)۔ (تقویۃ الایمان، ص ۱۶) حالانکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کا اب بننا عقلاً محال ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اوّل الخلق، افضل الخلق، اوّل شافع، اوّل مشفع، سید المرسلین اور خاتم النبیین ﷺ ہیں اور ان میں سے کوئی فضل دو کو ملنا محال ہے۔ ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۱ء میں شیخوپور ضلع بدایوں (یوپی۔ بھارت) میں مسئلہ امکان و امتناع نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سلسلے میں ایک مناظرہ ہوا۔ مولانا عبد القادر بدایونی اور مولوی امیر احمد سہوانی فریقین کے مناظر تھے۔ اس کی روداد مولوی محمد نذیر سہوانی نے مناظرہ احمدیہ کے نام سے شائع کی۔ اس میں اثر ابن عباس بھی پیش کیا گیا کہ زمینیں سات ہیں اور ہر زمین میں ہے نبی کنبیکم۔ بریلی کالج کے استاد مولوی محمد احسن نانوتوی بھی اس اثر کے ظاہر کے معتقد کی حیثیت سے سامنے آئے۔ انہوں نے ہی مولوی محمد قاسم نانوتوی کو سوال بھیجا، جس کے نتیجے میں کتاب ”تحدیر الناس“ ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۲ء میں وجود میں آئی۔ مولوی محمد احسن نانوتوی نے اسے بریلی سے ہی شائع کیا۔ مولانا عبد القادر بدایونی کے شاگرد مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی نے ۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۴ء میں اس کا ردّ **”تنبیہ الجہال بالہام الباسط المستعال“** کے نام سے لکھا، اور دوسرے شاگرد مولوی فصیح الدین بدایونی نے ۱۸۷۵ء میں ”قول الفصیح“ کے نام سے اس کا ردّ لکھا۔ اس کا جواب مولوی قاسم نانوتوی نے **”تسویر النبراس“** (ردّ قول فصیح) کے نام سے دینے کی کوشش کی۔ تحدیر الناس کے مضامین پر دہلی میں مولوی قاسم نانوتوی کا مولانا محمد شاہ پنجابی سے مناظرہ ہوا۔ ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۲ء میں بمبئی سے رسالہ ”ابطال اغلاط قاسمیہ“ شائع ہوا، جس میں مولانا عبدالحی لکھنوی، مولانا ارشاد حسین رامپوری، مولانا عبد القادر بدایونی، مولانا محبت احمد بدایونی، مولانا فصیح الدین بدایونی۔ مولوی عبید اللہ امام جامع مسجد بمبئی وغیرہ کے دستخط مولانا عبد الغفار نے لئے۔

خالد محمود دیوبندی نے مطالعہ بریلویت، ج ۳، ص ۳۰۰ پر لکھا ہے کہ ”بعض عبارات سے لزوم ثابت کیا۔“ جب کہ محض ”اثر ابن عباس“ کے ظاہر کا معتقد ہونے پر مولانا تقی علی خاں علیہ الرحمہ نے گم راہ کا فتویٰ دیا تھا۔ یہی فتویٰ رامپور سے دس مقتدر علماء نے بھی جاری کیا تھا، جن میں مولانا ارشاد حسین رامپوری اور مولانا عبدالحق خیر آبادی جیسے اکابر بھی شامل تھے۔ (تنبیہ الجہال) مولوی محمد احسن نانوتوی نے اسے فتوائے تکفیر بتلایا ہے۔ (کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی، از پروفیسر محمد ایوب قادری، ص ۸۸)

بدایوں، بریلی، رام پور اور بمبئی کے علاوہ صورت حال یہ ہے کہ ۱۴/ ستمبر ۱۸۷۴ء/ ۱۲۹۱ھ کو قاسم نانوتوی نے ایک خط میں لکھا ہے کہ ”دہلی کے اکثر علماء نے (مولانا نذیر حسین محدث کے علاوہ) اس کا کارہ کے کفر کا فتویٰ دیا

ہے اور فتویٰ پر مہر میں کرا علاقے میں ادھر ادھر مزید مہر میں لگوانے کے لئے بھیج دیا ہے۔ اب خبر یہ ہے کہ وہ فتویٰ عنقریب عرب شریف بھی پہنچے گا۔ اس رسالے کے عرب شریف بھیجنے کا ایک مقصد یہ سمجھتے ہیں کہ مولانا رحمت اللہ اس کا مطالعہ فرمائیں اور ان ذریعہ سے عرب شریف کے علماء کی مہر میں بھی اس فتویٰ پر ہو جائیں، اس علاقے کے احباب جواب کی امید کر رہے ہیں، مگر میں نے اپنے اسلام کوننگ کفر سمجھ کر خاموشی کے علاوہ کوئی جواب نہیں دیا۔“ (قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، ص ۹-۳۰۸۔ از نور الحسن کاندھلوی)

تحذیر الناس اور علماء عرب و عجم کا فتویٰ

تقدیس الوکیل میں ہے کہ ”عرب و عجم کے اکابر علماء نے (تحذیر الناس کے) جواب اور رد لکھے اور نثر و نظم سے عمدہ طور پر اس مسئلہ کی تردید کی۔ من جملہ ان کے فتویٰ مکہ معظمہ کے مفتی مولانا عبد الرحمن سراج کا۔ اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بہشت میں اونچا کرے، جو قرآن و حدیث سے مستند ہے اور حرمین محترمین کے چاروں مذہبوں کے مفتیوں اور مدرسوں کی شہادتیں تصحیح موجود ہے اور مصر کے مطبع منصوری میں واقعہ ۱۲۹۱ھ ۳۶ صفحوں پر چھپا ہے۔“

امروہہ کے مولانا عبد العزیز امروہوی نے نانوتوی صاحب کا رد کیا تو مناظرہ عجیبہ میں نانوتوی صاحب نے کہہ مکرئی کا اگر استعمال کیا۔ تھانہ بھون سے مولانا شیخ محمد تھانوی نے نانوتوی وغیرہ کی تردید میں ”قسطاس فی موازنہ اثر ابن عباس“ لکھی۔

اس دور کا نقشہ ”الافاضات الیومیہ“ میں ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ کو تھانوی صاحب نے یوں بیان کیا کہ ”جس وقت مولانا نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبدالحی صاحب کے“۔ مولانا عبدالحی لکھنوی کے اس فتوے کا رد خولجہ غلام فرید کے ملفوظات ”مقائیس المجالس“ حصہ سوم مقبوس نمبر ۶۳ پر بھی موجود ہے۔ یہ واقعہ ۱۲/ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ کا ہے، جب خولجہ صاحب کو اثر ابن عباس کے بارے میں مولانا عبدالحی لکھنوی کے خیالات معلوم ہوئے، تو قاسم نانوتوی کے نظریات کا تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ (ابطال اغلاط قاسمیہ کی اشاعت کے بعد مولانا عبدالحی بھی موافق نہ رہے، قائل لزوم بن گئے)

کتاب ”ارواحِ ثلاثہ“ میں قاسم نانوتوی کے حالات میں حکایت نمبر ۲۶۵ میں ہے کہ اب مولانا نانوتوی باڈی گاڑ رکھتے تھے، چھپ کر رہتے، سفر کرتے تو نام تک بتانے کا حوصلہ نہ رکھتے، خورشید حسین بتاتے، یہ کتاب مولانا نانوتوی کے لئے مصیبت بن گئی تھی۔

تحذیر الناس شائع کرنے پر نانوتوی صاحب کا غصہ

نانوتوی صاحب کو غصہ تھا کہ احسن نانوتوی نے تحذیر الناس کیوں شائع کر دی، کہتے ہیں ”پر خدا جائے ان کو کیا سوجھی جو اس کو چھاپ ڈالاجویہ باتیں سننا پڑیں“ (قاسم العلوم، از نور الحسن راشد کاندھلوی، ص ۵۵۰) ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء میں قاسم نانوتوی بغیر توبہ کئے اسی خوف اور تنگی کے ساتھ مر کر مٹی میں مل گیا۔

مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) کے بعد اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۰۰ھ میں کتاب ”الاستبسلتہ الفاضلہ علی الطوائف الباطلہ“ لکھی اور ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء میں رسالہ ”الاعلام الاعلام“ لکھا، جس میں تحذیر الناس کی دو تین عبارات کا ذکر کر کے قائلین کو باقطع و یقین کافر مطلق قرار دیا۔ ۱۳۱۷ھ میں آپ نے ختم نبوت کے موضوع پر کتاب ”جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوة“ لکھی، اس میں تحذیر الناس کی چھ مختلف عبارات نقل کیں اور ان کو ملعون و ناپاک شیطانی قول اور کفر ملعون قرار دیا، اور قائلین کو ضلال قاسمان کفر و ضلال قرار دیا۔

۱۳۱۷ھ ہی میں آپ نے ”فتاویٰ الحرمین بر جف ندوۃ المین“ مرتب فرمایا، جس میں سوال نمبر

۱۱ میں تحذیر الناس کی پانچ مختلف عبارتیں نقل کیں، پھر اسے کفر بواح اور ضلال فی الدین قرار دیا، اور ضروریات دین کا انکار بتلایا، متعدد علمائے حریم شریفین نے اس کتاب کی تقریظیں لکھیں۔

۱۳۲۰ھ میں **”المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد“** کے نام سے **”المعتقد المنتقد“** از مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کا حاشیہ لکھا، اس میں قاسم نانوتوی کے کفریہ جملے تحذیر الناس سے درج کئے۔ تین سال بعد ۱۳۲۲ھ میں حریم شریفین کی حاضری نصیب ہوئی، مولوی خلیل احمد ایٹھوی بھی وہیں تھا۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا علیہ الرحمہ کی عظمت و احترام کا عالم دیدنی تھا۔ **”الدولۃ المسکیہ“**، **”کفل الفقیہ الفاہم“**، **”الاجازت المتینہ“** کی یادیں روح پرور ہیں، اس موقع پر **”المعتمد المستند“** میں کی گئی تکفیر کی تصدیق بھی علمائے حریم نے کی جو **”حسام الحرمین علی منکر الکفر والبدع“** کے نام سے طبع ہوئی، اس میں قاسم نانوتوی صاحب کی تحذیر الناس سے یہ عبارتیں شامل ہیں۔ **”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے۔“** (تحذیر الناس، ص ۱۸) **”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“** (تحذیر الناس، ص ۳۳) **”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخر زمانی میں (بالذات) کچھ فضیلت نہیں۔“** (تحذیر الناس، ص ۴-۵)

اپنی کتابیں اور اپنے خلاف فتوے

اس کے بعد ۱۳۲۵ھ میں مولوی خلیل احمد ایٹھوی نے دیگر علماء دیوبند کے ساتھ سر جوڑ کر ۲۶ فرضی سوالات مرتب کر کے جواب لکھا جسے **”المہند علی المقند“** کا نام دیا۔ اس میں اپنی تحریروں سے یہ لوگ مکر گئے اور اہل سنت کی بولی بولنے لگے۔ اس کتاب میں حسام الحرمین میں موجود متنازعہ عبارت کے مضمون پر حکم کفر میں اتفاق کیا تو یہ بھی دراصل حسام الحرمین کی ہی تائید و تصدیق ہوئی۔ رہ گئی ان کی کہہ مکرنی اور جھوٹ تو کتابیں موجود ہیں، اردو میں چھپی ہیں اور ہر اہل زبان دیکھ سکتا ہے، اور لطف یہ کہ خود دیوبندی حضرات نے ایک محرف رسالہ **”غایت مامول“** شائع کیا ہے، اس میں مؤلف رسالہ شیخ رشیدی کے علاوہ پندرہ عرب علماء تصدیق کرنے والے ہیں، اس میں بھی تحذیر الناس، بر حسین قاطعہ اور حفظ الایمان کی تکفیر موجود ہے۔ (اشہاب الثاقب مع غایت المامول، مطبوعہ لاہور، ص ۲۹۷-۲۹۹) یہ پندرہ تصدیقیں حسام الحرمین کے علاوہ ہونیں۔

اس کتاب المہند کے جھوٹ دیکھنے ہوں تو صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی کتاب **”التحقیقات“** دیکھی جائے یا پھر مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمہ کی کتاب **”راۃ السمہند“** کا مطالعہ کیا جائے، حسین احمد مدنی نے **”اشہاب الثاقب“** لکھی، جس کا تجزیہ مولانا مفتی محمد اجمل سنبھلی علیہ الرحمہ نے **”رد شہاب ثاقب“** کے نام سے لکھا، مولوی خلیل احمد اور مولوی حسین احمد نے تحذیر الناس کی متنازعہ عبارت کا ذکر تک نہ کیا بلکہ ان سے مکر گئے اور خلاصہ کے نام سے اپنی طرف سے من گھڑت کلام پیش کیا۔ البتہ مرتضیٰ حسن در بھنگی چاند پوری نے اپنے رسائل میں اور منظور نعمانی نے اپنی کتاب فیصلہ کن مناظرہ میں اور سرفراز صفدر نے عبارات اکابر میں اور خالد محمود نے مطالعہ بریلویت میں اصل عبارت کا ذکر کیا ہے مگر صرف الزام خیانت دینے کی خاطر، ورنہ متنازعہ عبارت کی تشریح کی بجائے وہی خلاصہ کے نام سے من گھڑت کلام پیش کر دیا جاتا ہے۔ اپنے دفاع میں ان لوگوں نے اب تک یہ کہا ہے کہ!

پہلا اعتراض

مولانا احمد رضا خاں نے اردو نہ جاننے والے عربی علماء کو دھوکا دینے کیلئے تحذیر الناس کی تین متفرق

عبارتوں کو اس طرح جوڑا ہے کہ کفریہ معنی پیدا ہو گیا ہے۔

دوسرا اعتراض

اور یہ کہ ”تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ کا ترجمہ ”لا فضل فیہ اصلاً“ کیا ہے، بالذات کا ترجمہ نہیں کیا گیا ورنہ اس قید سے فضیلت بالعرض ثابت ہوتی۔

تیسرا اعتراض

اور یہ کہ مولانا نانوتوی خاتم النبیین کے معنی ”آخری نبی“ میں منحصر کرنے کی خلاف ہیں، کہ صرف اور صرف یہی معنی ہے اور کچھ نہیں۔

چوتھا اعتراض

اور یہ کہ مولانا خاتمیت زمانی کے قائل ہیں اور اس کا انکار کفر سمجھتے ہیں، لہذا ثابت ہو گیا کہ تحذیر الناس کی متنازع عبارات برحق ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب

اس سلسلے میں پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عربی علماء تو اردو سے بے خبر تھے، تیس سال سے جو بدایوں، بریلی، رامپور، لکھنؤ، بمبئی، دہلی، پنجاب اور پورے ہندوستان بھر کے علماء تحذیر الناس کے خلاف فتوے دے چکے تھے (جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا) کیا وہ بھی اردو سے بے خبر تھے؟ کیا انہیں بھی مولانا احمد رضا خان نے ہی تین متفرق عبارتوں کو جوڑ کر کوئی اور تحذیر الناس بنا کر پیش کی تھی؟ پھر کیا عربی علماء تکفیر جیسے مسئلہ پر اتنے متساہل تھے کہ اصل کتاب کا ترجمہ بھی کسی معتمد مترجم سے نہ کروا لیتے؟ کیا شیخ الدلائل مولانا عبدالحق الہ آبادی کو بھی اردو نہ آتی تھی؟ پھر ۱۳۳۵ھ میں مولانا حشمت علی خاں طایہ الرحمہ نے ”الصوارم الہندیہ“ شائع کی، جس میں ۲۶۸ اردو دان علماء کرام سے حسام الحرمین کے فتوؤں کی تائید میں فتوے شائع کئے گئے۔ لہذا اسلامی منظرے جوڑ کر کفریہ عبارت بنانے کا اعتراض بالکل لغو ہے۔ متنازع عبارات تحذیر الناس میں ہر عبارت مکمل مفہوم دیتی ہے اور مستقل کفریہ ہے۔ یہ تینوں عبارات تین علیحدہ علیحدہ کفر ہیں، تین کفریہ عبارات کو جمع کرنے کے لئے ترتیب کی کیا ضرورت ہے؟

دوسرے اعتراض کا جواب

دوسرے اعتراض کے سلسلے میں عرض ہے کہ (میں بالذات کچھ فضیلت نہیں) کا ترجمہ (لا فضل فیہ اصلاً) درست ہے، کیونکہ تحذیر الناس صفحہ ۱۳ پر ہے کہ ”موصوف بالعرض موصوف بالذات کے فرع ہوتے ہیں، موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کا اصل ہوتا ہے۔ لہذا ”بالذات“ کا ترجمہ ”اصلاً“ کرنا درست ہے۔ نیز صاحب تحذیر اگر مقام مدح میں بالعرض فضیلت ہی کا قائل ہوتا تو یہ اعتراض نہ لکھتا کہ ”پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے“ (تحذیر الناس ص ۵) نیز یہ کہ صاحب تحذیر نے اپنے مکتوب میں تو بالذات کی قید خود ہی اڑا دی ہے، لکھتا ہے کہ ”خاتم النبیین کے معنی سطحی نظروالوں کے نزدیک تو یہی ہیں کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر کا ہے اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تو تعریف (مدح) ہے اور نہ کوئی برائی“۔ (انوار انجوم ترجمہ قاسم العلوم ص ۷۸-۷۹) اب کون کہے کہنا نانوتوی صاحب نے بھی اپنی بات میں خیانت کی ہے؟

تیسرے اعتراض کا جواب

تیسرے اعتراض کے سلسلے میں عرض ہے کہ نانوتوی صاحب نے لکھا ہے کہ ”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں

مگر اہل فہم "نا نوتوی کے کلام میں حصر کا کوئی کلمہ موجود ہی نہیں ہے۔ اگر وہ لکھتے کہ "بایں معنی ہی ہے" یا "نقطہ بایں معنی ہے" یا "صرف بایں معنی ہے" تو حصر کا دعویٰ ہو سکتا تھا، مگر اب اس کے پرستاروں کا یہ دعویٰ کہ عبارت میں حصر ہے، قطعاً جھوٹ ہے اور طفل تسلی سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ پھر نا نوتوی صاحب نے اہل فہم (عقل مندوں اور دانشوروں) کی نمائندگی کرتے ہوئے جو اعتراضات کئے ہیں وہ سارے کے سارے آخری نبی ہونے پر ہیں نہ کہ حصر پر۔ مزید یہ کہ خاتم النبیین کا مسنون و متواتر قطعی و اجماعی معنی و تفسیر صرف اور صرف نقطہ آخری نبی ہی ہے اور اس معنی پر اعتراضات کر کے کوئی نیا معنی ایجاد کرنا یقیناً تفسیر بالرائے کے زمرہ میں آتا ہے۔ یقیناً ایسے کو دک نادان کا "بقول خود" اسلام برائے نام ہے۔

چوتھے اعتراض کا جواب

رہ گیا چوتھا اعتراض کہ متعدد عبارات نا نوتوی سے ثابت ہے کہ وہ خاتمیت زمانی کے قائل ہیں اور خاتمیت زمانی کے انکار کو کفر سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ نا نوتوی صاحب کی عبارات میں یہاں تضاد پایا جاتا ہے کہ وہ خاتمیت زمانی مانتے بھی ہیں اور نہیں بھی مانتے۔ تحذیر الناس کے ابتداء ہی میں خاتمیت زمانی ماننے کی قباحتیں وہ یوں بیان کرتا ہے کہ "اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیں اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تآخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے، مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات کوارہ نہ ہوگی"۔

اس صورت میں وہ خدا تعالیٰ کے لئے زیادہ کوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نقصان قدر اور کلام خدا میں بے ربطی کے اعتراضات سے ڈراتا ہے تا کہ خاتمیت باعتبار تآخر زمانی کا قول صحیح نہ مانا جائے۔ اتنی قباحتوں اور گستاخیوں سے آلودہ کر کے خاتمیت زمانی کو وہ بالفرض مانا بھی تو کیا مانا؟۔ بلکہ قاسم نا نوتوی تو خاتمیت زمانی کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق ہی نہیں سمجھتا، ملاحظہ ہو تحذیر الناس ص ۱۱ پر وہ لکھتا ہے کہ "شایان شان محمدی صلعم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی"۔ اسی طرح تحذیر الناس ص ۳۳-۳۴ پر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت کا اپنا موقف پیش کر کے لکھتا ہے کہ "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"۔ اگر نا نوتوی خاتمیت زمانی کا قائل ہوتا تو لکھتا کہ "خاتمیت محمدی میں ضرور فرق آئے گا"۔ حالانکہ تحذیر الناس ص ۱۱ پر خود لکھ چکا تھا کہ "ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض (یعنی نبی بالذات ماننے) کو تآخر زمانی لازم ہے"۔ لازم اوپر باطل ہو چکا تو ملزوم بھی باقی نہ رہا۔ معاذ اللہ۔ یونہی تحذیر الناس ص ۵ پر لکھا ہے کہ "موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوتا ہے"۔ اور تحذیر الناس ص ۷ پر لکھتا ہے کہ "وصف ایمانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں بالذات ہو اور مومنین میں بالعرض"۔ اگر نبی بالذات ماننے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننا لازم آتا تھا تو نا نوتوی پرست ان مذکورہ دو عبارتوں کو سامنے رکھ کر بتائیں کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مومن بالذات ماننے سے لازم نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری مومن ہیں اور آپ کے بعد کوئی بھی مومن نہیں ہے معاذ اللہ۔ چلئے اب خاتم النبیین کے معنی مسنون و متواتر قطعی و اجماعی کو عامیانا خیال قرار دینے والے نام نہاد اہل فہم کی بے ایمانی ان کی اپنی کتاب سے ہی لازم آرہی ہے، کہیں اب حسام الحرمین کی کیا شکایت ہے؟۔

نبوت بالذات کے ساتھ ساتھ ایمان بالذات کا قول بھی تحذیر الناس میں ہی موجود ہے۔ تاسی صاحبان خود ہی انصاف کریں اور آپ ہی فیصلہ دیں کہ بانی دیوبندیت نے یہ کیا لکھا ہے؟۔ متنازعہ فیہ عبارات کو تو اُلھند والے نے پیش ہی نہیں کیا تھا بلکہ خود ایک فرضی خلاصہ بنا کر پیش کیا۔ پورے مکہ معظمہ میں صرف ایک ہی مکی عالم نے اُلھند کے صرف انہی فرضی مضامین کی تائید کی۔ (دوسرا خان نواب، تیسرا مہاجر اور چوتھا افغانی تھا، دیگر دو نے رجوع کر لیا مگر پھر بھی ان کی تائید اُلھند میں شامل ہے) مدینہ منورہ میں دو عالموں نے صرف انہی فرضی خلاصوں کی تائید کی

مگر ساتھ ساتھ ایک نے مسئلہ امکان کذب جاری کرنے پر ان کو ڈانٹا اور دوسرے نے میلاد شریف اور اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے ان کا رد کیا۔ **علمائے ازمہ** نے بھی میلاد شریف کے حوالہ سے دیوبندی موقف کو مردود ٹھہرایا۔ لہذا ائمہند سے حسام الحرمین کا جواب نہ ہوا بلکہ متنازع عبارات چھپا کر ایک اعتبار سے تائید ہوئی ہے۔

دیوبندی سے مکتبہ راشد کمپنی نے تحذیر الناس شائع کی تو عبارت یوں بدل دی کہ ”اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا۔“ (پیدا ہو) کی جگہ (فرض کیا جائے) لکھا گیا مگر اصل کفر پر نظر نہ جاسکی۔ اگر (فرق نہ آئے گا) کی جگہ (فرق آئے گا) لکھتے تو البتہ اس عبارت سے کفر ختم ہو سکتا تھا، مگر یہ تو بزعم خویش اہل فہم ہیں۔ ان کو کون سمجھائے؟۔

مناظرین دیوبندیت جتنی چالیں چلیں مگر قاسم نانوتوی کے پوتے قاری طیب صاحب نے پوری دلیری کے ساتھ اپنے دادا کی تعلیم کو واضح کیا ہے کہ ”ختم نبوت کا یہ معنی لینا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا، یہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔۔۔۔۔ (معاذ اللہ) ختم نبوت کے معنی قطع نبوت کے نہیں بلکہ کمال نبوت اور تکمیل نبوت کے ہیں۔“ (خطبات حکیم الاسلام، ج ۱، ص ۱۷) جب کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی“ (ترمذی شریف) قاری طیب نے مزید لکھا ہے کہ ”حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخش بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پاپا ہوا فرد آپ کے سامنے آ گیا نبی ہو گیا۔“ (آفتاب نبوت - ص ۱۹) اس پر دیوبندی سے عامر عثمانی کو لکھنا پڑا کہ ”حضرت مہتمم صاحب نے حضور کو نبوت بخش کہا تھا، مرزا صاحب نبی تراش کہہ رہے ہیں حرفوں کا فرق ہے معنی کا نہیں۔“ (تجلی نقذ و نظر نمبر، ص ۷۸) قاسم نانوتوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت بالذات اور باقی انبیاء کے لئے بالعرض نبوت کا قول کیا یعنی باقی انبیاء کیلئے ظلی نبوت کا قول کیا، وہ لکھتا ہے کہ ”عرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی کمال ذاتی نہیں۔“ (تحذیر، ص ۳۸) مولوی انور شاہ کشمیری نے نبوت بالذات اور بالعرض کی تقسیم کو قرآن پر زیادتی اور محض اتباع ہوا قرار دیا ہے (یعنی خواہش نفسانی کی پیروی)۔ (خاتم النبیین، ص ۳۸) اور آپ نے ”**عقیدۃ الاسلام**“ ص ۲۰۶ پر اس تقسیم کو ناجائز قرار دیا ہے۔ ”فیض الباری، ج ۳، ص ۳۳۳ پر انہوں نے نانوتوی کی تشریح اثر ابن عباس کو خلاف قرآن ظاہر کیا ہے، اور نانوتوی پر مالیس لک بے علم (جس چیز کا تجھے علم نہیں) میں دخل دینے کا طعن کیا ہے۔ دیوبندی مناظر محمد امین صفدر اوکاڑوی نے تجلیات صفحہ ۲، ص ۵۹۲ پر لکھا ہے کہ ”اگر کوئی کہے کہ میں آپ کو خاتم النبیین تو ماننا ہوں مگر خاتم النبیین کا معنی نبی گر ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہر س لگا لگا کر نبی بنایا کرتے تھے تو یہ بھی کفر ہے۔“

تحذیر الناس اور غیر مقلدین کا فتویٰ

دیوبندیوں کے بھائی غیر مقلدوں کو بھی اب ہوش آ گیا ہے، چنانچہ مولوی یحییٰ کوندلوی غیر مقلد نے ”**مطرقۃ الحدید**“ میں اور مولوی عبدالغفور اثری غیر مقلد نے ”**حقیقت اور مرزائیت**“ ص ۱۴۰-۱۴۱ پر تحذیر الناس کی عبارت کو مرزائیت (کفر) بتلایا ہے۔ سید طالب الرحمن (مناظر غیر مقلدین) نے بھی تحذیر الناس کے خلاف یہی فتویٰ دیا ہے۔ (عقائد علماء دیوبند، ص ۷۶) جب کہ ثناء اللہ امرتسری سے لے کر احسان الہی ظہیر تک یہ لوگ قاسم نانوتوی کے معتقد تھے۔

”عبارات اکابر“ از مولوی سرفراز صفدر اور ”مطالعہ بریلویت“ از خالد محمود میں ہے کہ بعض علماء کرام اور مشائخ عظام نے مولوی محمد قاسم نانوتوی وغیرہ کی تعریف کی ہے بلکہ خواجہ قمر الدین سیالوی اور پیر محمد کرم شاہ صاحب نے تحذیر الناس کی بھی تعریف کی ہے۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ آپ لوگ تو کہا کرتے تھے کہ ”جنت قول و فعل مشائخ سے نہیں ہوتی۔“ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۱۷) آج کس منہ سے ان کا نام لے رہے ہیں۔ مزید عرض ہے

کہ ان کی تعریف کرنے والوں نے کفریہ عبارات سے بے خبری و غفلت کی حالت میں محض حسن ظن کے طور پر تعریف کی ہوگی، جیسے قیامت کے دن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم غلبہ رحمت میں بعض لوگوں کو اپنے امتی اور اپنے صحابی کہیں گے مگر پھر جب فرشتے ان کے کفر و ارتداد کی طرف متوجہ کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو دھتکار دیں گے۔ چنانچہ جب خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو کتاب تحذیر الناس پیش کی گئی تو آپ نے قاسم نانوتوی کی تکفیر کر دی۔ (دعوت فکر، ص ۱۱۰-۱۱۱) پیر کرم شاہ صاحب کو ۱۹۶۴ء میں مغالطہ دیا گیا، انہوں نے غلط فہمی کا شکار ہو کر کتاب کی تعریف کر دی، پھر ماہنامہ ضیائے حرم، شمارہ اکتوبر ۱۹۸۶ء کے ص ۴۹ پر انہوں نے اس بات پر مذمت و افسوس ظاہر کیا ہے۔ (الندم التوبہ) اسی شمارہ کے ص ۵۳ پر انہوں نے امام اہل سنت کے فتوے (حسام الحرمین) کی ”بے لاگ تنقید“ کے الفاظ سے تائید کی۔ اور ص ۴۴ پر نانوتوی کی عبارت کو خاتم النبیین کے اجماعی مفہوم کے مخالف قرار دیا اور صحابہ کرام کو زمرہ عوام میں شمار کرنے اور اہل فہم سے خارج کرنے کی جسارت کی طرف متوجہ کیا۔ ص ۴۶ پر لکھا کہ ”ان احادیث قطعیہ کے مقابلہ میں اپنی طرف سے ایک تفسیر کا اضافہ ایک اچھا ہے۔“ آگے خاتمیت بمعنی تاخر زمانی لینے پر اعتراضات کو ایک طرف تماشہ قرار دیا، یہاں اچھا اور طرفہ تماشہ کے الفاظ مفتی کی زبان نہیں بلکہ ادیب اور مصطلح کی زبان کہے جاسکتے ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں سورۃ طلاق کی تفسیر لکھتے ہوئے اثر ابن عباس کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا تھا (تفسیر ضیاء القرآن، ص ۳۰۸) اور تحذیر الناس کی بنیاد ہی اڑادی۔ ۱۹۷۱ء میں سورۃ احزاب کی تفسیر میں صریحہ لکھا کہ خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین ہے، یہاں فقط یہی مراد ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن ص ۲۱۵) پیر کرم شاہ صاحب نے نانوتوی کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے، مگر مفتی کی بجائے ادیب کے رنگ میں لکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مطالعہ بریلویت کے مصنف کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ آخر کار پیر کرم شاہ صاحب نے سابقہ موقف چھوڑ کر دیوبندی حضرات کو تکفیر کا صدمہ پہنچایا ہے۔ (مطالعہ بریلویت ج ۱، ص ۴۱۳) تو پھر ان کا سابقہ موقف بیان کرتے رہنا طفل تسلی نہیں تو اور کیا ہے؟ باقی حضرات کے سلسلہ میں عرض ہے کہ عمومی قاعدہ ہے کہ تعدیل مبہم پر جرح مفسر کو ترجیح ہوتی ہے اور مخالف متعصب کی جرح مبہم کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے اگرچہ ابتداء میں اختلاف کیا مگر کتاب ”**الطاری الداری**“ کے بعد انہوں نے اپنے سابقہ امور سے توبہ کرتے ہوئے امام احمد رضا کے فتوائے تکفیر سے اتفاق کر لیا۔ (اخبار ہمد لکھنؤ ۲۰ مئی ۱۹۲۱ء) یونہی مولانا معین الدین امجدی علیہ الرحمہ نے ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء میں مولانا حامد رضا خاں سے خط و کتابت میں حسام الحرمین کی تائید کی۔ (محدث اعظم از مولانا جلال الدین قادری، ج ۱ ص ۱۰۸-۱۱۱) مولانا عبداللہ لکھنوی وغیرہ نے ”**ابطال افلاط تاسمیہ**“ میں نانوتوی پر کفر آنے کا قول کیا ہے (مطالعہ بریلویت ج ۳ ص ۳۰۰ وغیرہ) علمائے رامپور نے نانوتوی پارٹی کی تھلیل و تکفیر کا فریضہ ابتداء ہی میں انجام دے دیا تھا۔ (مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۸۸) سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کے والد گرامی مولانا معین الدین نزہت علیہ الرحمہ پہلے قاسم نانوتوی کے مرید تھے، حقیقت آشنا ہوئے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے مرید ہوئے اور کہا۔

پھر انہوں میں اس گلی سے نزہت ہیں جس میں گمراہ شیخ وقاضی

آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا

۱۵/شوال ۱۳۵۲ھ کو مسجد وزیر خاں لاہور میں مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کا مولوی اشرف علی تھا نوی سے عبارات متنازعہ پر فیصلہ کن مناظرہ طے پایا۔ مولانا حامد رضا خاں لاہور میں موجود رہے لیکن مولوی اشرف علی نہ آیا، اس موقع پر علامہ اقبال مرحوم نے دیوبندیوں کی متنازعہ عبارات سن کر کہا ”مولانا یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں، ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا، ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑ جانا چاہیے۔“ (دعوت فکر، ص ۳۵-۱۰۶) ۲۷/اگست ۱۹۷۹ء کو